کتابخانه جامع
جامعة العلوم
معاونت پژوهش
مرکز جهانی علوم اسلامی

مرکز جهانی علوم اسلامی
جمهوری اسلامی ایران - قم - ۱۳۵۸

مدرسه عالی فقه و معارف اسلامی

ترجمه کتاب «حقوق و سیاست در قرآن» تألیف استاد مصباح به زبان اردو

برای دریافت درجهٔ کارشناسی ارشد
در رشته فقه و معارف اسلامی

گرایش؛ قرآن

نگارش؛ سید مشرقین عباس نقوی

استاد راهنما؛ دکتر کریم نجفی برزگر

استاد مشاور؛ حجة الاسلام و المسلمین کلب صادق اسدی

دی ۱۳۸۵

کتابخانه جامع مرکز جهانی علوم اسلامی
شماره ثبت: ۷۳۹
تاریخ ثبت:

◙ مسئولیت مطالب مندرج در این پایان نامه، به عهدهٔ نویسنده می باشد.

◙ هر گونه استفاده از این پایان نامه با ذکر منبع، بلااشکال است و نشر آن در داخل کشور منوط به اخذ مجوز از مرکز جهانی علوم اسلامی است.

بسم الله الرحمن الرحيم

تقدیر و تشکر

من لم یشکر المخلوق لم یشکر الخالق

اینجانب از همه فضلاء و علماء و اساتیدی که در امر ترجمه این کتاب مرا یاری نموده تقدیروتشکرمی نمایم؛بالا خص ازاستاد گرانقدر حجته الاسلام و المسلمین دکتر کریم نجفی برزگر که راهنماییهای اینجانب در ترجمه این رساله بوده اند و همچنین استاد مشاور حجة الاسلام والمسلمین کلب صادق اسدی مد ظله العالی که راهنماییهای مخلصانه و مفیدشان بنده را در این امر خیر یاری نموده اند و نیز جای دارد که از مسؤلین محترم مرکز جهانی علوم اسلامی تشکر و سپاس صمیمانه خود را ابراز دارم که بانیان این برنامه هستند و بدینوسیله موجب رشد تحقیق و توان نویسندگی طلاب می شوند.

از پروردگار متعال توفیق فراوان و روز افزون ،برای همه مسؤلین محترم مسألت می نمایم.

والسلام علیکم و رحمة الله و برکاته

سید مشرقین عباس نقوی

انتساب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم کن لولیک الحجۃ ابن الحسن صلواتک علیہ و علی آبائہ فی ھذہ الساعۃ و فی کل الساعۃ ولیا و حافظا و قائدا و ناصرا و دلیلا عینا حتی تسکنہ ارضک طوعا و تمتعہ فیھا طویلا اللھم صل علی محمد و آلہ محمد

میں اپنی اس ناچیز سعی و کوشش کو ثامن الحجج حضرت **علی بن موسی الرضا** علیہ السلام اور ان کی ہمشیرہ **حضرت فاطمہ معصومہ** سلام اللہ علیہا سے منسوب کرتا ہوں

والسلام علیکم

سید مشرقین عباس نقوی

چکیده مطالب

کتاب حقوق و سیاست در قرآن از جمله آثار ارزشمند بنیادی است که استاد محقق حضرت آیت الله مصباح یزدی در سلسله درسهای خود در معرض بهره برداری دانشجویان و محققین و طلاب قرار داده است.

در این تحقیق دو عنوان حقوق و سیاست از منظر قرآن کریم مورد بررسی قرار گرفته زیرا قرآن، کتاب هدایت آدمیان در مسیر رستگاری و منشور سعادت انسان در طریق نجات است.

انسان از دید گاه قرآن موجودی است مکلف که می بایست اولاً تکالیف خود را بشناسد و سپس با انجام مسؤلیت و اداء تکلیف در مسیر تکامل خویش گام بردارد.

هر جا سخن از تکلیف است، پای (حق) نیز در میان می آید و آدمی در عین حال که می بایست به مدار تکلیف عمل کند در پهنهء هستی حقوقی نیز دارد که می بایست مورد عنایت قرار گیرد و به او عطا گردد.چرخهء مدیریت و گردونه سیاست آنگاه به محور اعتدال و عدالت استوار است که به درستی انسان را در مسیر اداء تکلیف رهنمون باشد و حقوق شایسته وی را به او ارزانی دارد و این مهم جز در پر تو وحی سامان نمی یابد.

برای بررسی این موضوع و ارائه جامعیت دیدگاه اسلامی مباحث مورد نظر بصورت تقابلی مورد بحث و بررسی قرار گرفته و نا گزیر به بررسی و دید گاه های سایر مکاتب نیز پرداخته شده است.

بطور کلی برای رسیدن به این تحقیق و پژوهش بنیادی مجموعه ای از مباحث مطرح گردیده است.

در مقدمه حق به عنوان یک پدیده اجتماعی که محور خواستهای مردمی است مورد بحث

قرار گرفته و بحث جدا نبودن دین از سیاست تصریح گردیده و همچنین واژه حق و حقوق از نظر لغوی و از منظر قرآن و روایات و نیز به مفاهیم مشابه آن پرداخته شده است.

در فصل اول:((خاستگاه حق))مطرح گردیده و حق و عدالت اجتماعی از دیدگاه الهی و نیز مکاتب غیر الهی مورد بررسی قرار گرفته و در نتیجه به ضرورت وجود حقوق و قواعد حقوق در جامعه تأکید قرار گردیده و به منابع حقوق در اسلام و ملاکهای احکام حقوقی پرداخته شده است .

در فصل دوم:منشأ اعتبار و ارزش قانونی خواستگاه اعتبار و مشروعیت آن و اینکه چه کسی می تواند قانونگذار باشد بررسی گردیده و ایرادها و شبهات مربوطه مورد پاسخگویی قرار گرفته و در نهایت به مرجع قانونگزاری در اسلام پرداخته شده است .

در فصل سوم:قانون و قانونگذاری از دیدگاه قرآن و اسلام به عنوان یک دین فراگیر و جامع مورد بررسی قرار گرفته وبه منشأ اعتبار احکام و قوانین الهی پرداخته شده و در نهایت زندگی اجتماعی ،هدف و راه تحقیق آن بررسی گردیده است.

در فصل چهارم:قانون و قانون گذاری و ملاك آن و ضرورت وضع مقررات و قوانین از سوی مقامی برتر مورد کنکاش قرار گرفته و با توجه به دیدگاه اسلامی که منبع همه ارزشها خداوند متعال است و حکمت الهی ،مالکیت ،ولایت،علم بی کران و غنا و بخشش او ضرورت ایجاد قوانین را از سوی او به عنوان قانونگذار برتر که خالق انسان و هستی است موجه می نماید.

در فصل پنجم:ضرورت وجود حکومت و دلایل نیاز به آن از جایگاه ضرورت نظم و امنیت داخلی جامعه لزوم تصدی امور ،تعلیم و تربیت ،ایجاد تعامل بین فعالیت های اقتصادی ،و لزوم رفع اختلافها و دفاع در برابر دشمنان داخلی و خارجی موردبررسی قرار گرفته و نهایتاً ضرورت وجود حکومت از دیدگاه اسلام که شرایط جامعی برای زمامدار و حاکم ترسیم نموده مورد تأکید قرار گرفته است.

در فصل ششم:معیار های برتری حکومت اسلامی به عنوان حکومتی که قانون آن از

طرف خدا برای پیامبران اعطا گردیده به عنوان بهترین شیوه حکومت که به تعبیر قرآنی به عنوان حکومت اولوالامر معرفی و برای سعادت انسان در نظر گرفته شده است .در ارتباط با عصر غیبوت و عدم دسترسی به امام معصوم بحث ولایت فقیه و جانشینان آن حضرت که در واقع ادامه همان حکومت با تمام ویژگیهای مربوطه است به تصویر کشیده شده است.

در فصل هفتم:به عنوان آخرین فصل به بحث شورا که یکی از مباحث بسیار مهم در نظام سیاسی اسلام است پرداخته و آن را از منظر مردم سالاری ،قانونگذار،تعیین حاکمیت بررسی نموده و به فواید مشورت از دیدگاه آیات و روایات اسلامی که ایجاد زمینه های پذیرش عمومی و تامین مشارکت همگانی را نیز فراهم می نماید تصریح گردیده است.

•

بطور کلی حقوق و سیاست از واژه های است که مفهوم واقعی آن در حکومت ها ظاهر می شود و بحث و بررسی آن از منظر قرآن که دید الهی در آن لحاظ گردیده جایگاه ویژه ای برای حکومت های اجتماعی و حقوق متقابل مردم ترسیم گردیده ساست و در واقع قوانین الهی که توسط پیامبران برای زندگی همه جانبه مردم ارائه گردیده تحقق درست آن در جامعه می تواند سعادت انسان را در دنیا و رستگاری او را در آخرت ضمانت نماید.

فہرست مطالب

عنوان	صفحہ نمبر
مقدمہ	
پیشگفتار	۱
سماجی واقعات	۲
دین کے احکام سیاست سے جدانہیں ہیں	۳
قانون اور حقوق	۵
اخلاق اور حقوق کے درمیان فرق	۶
لفظ حقوق	۸
لفظ حق	۹
حق اور اس کے مشابہ الفاظ	۱۱
الف: حق اور ملک	۱۲
ب: حق اور فریضہ	۱۳
ج: حق اور حکم	۱۴
حقوق کے دو معنوں کے درمیان نسبت	۱۴
قرآن اور روایات میں لفظ حق	۱۵
پہلی فصل — حق کا سر چشمہ	
حق اور سماجی عدالت	۲۲
اسلام کی نظر میں حق کا سرچشمہ اور سماجی حقوق کا مقصد	۲۳
حق کا سرچشمہ غیر الٰہی مکاتب فکر کے نقطہ نظر سے	۲۵

معاشرے میں حقوق وقوانین حقوق کی ضرورت	۲۶
تین طاقتیں	۲۹
تین طاقتوں کا استقلال	۳۰
بنیادی حقوق	۳۲
حقوق کے اقسام	۳۳
حقوق کے منابع	۳۴
اسلام میں حقوق کے منابع	۳۴
حقوق کے مبانی یا احکام حقوق کے معیار	۳۶
حقوق کے مبانی میں بحث کا فائدہ	۴۰

دوسری فصل — قانون کی اھمیت اور قانون سازی کا اعتبار

قانون کا معیار	۴۲
عدم افراط وتفریط	۴۵
معتدل نظریہ	۴۷
قانون کی مشروعیت	۴۹
کس شخص کو قانون بنانے کا حق ہے	۵۰
سماجی قرارداد اور لوگوں کی آراء	۵۰
قومی نظام حکومت پر ہونے والے اعتراضات	۵۴
عقلی یا طبیعی حقوق پر ایک تحقیقی نظر	۶۰
قانون سازی کا حق	۶۳
قاضی کے حکم کا اعتبار	۶۶
حکومت کے اعتبار کا سبب	۶۸

قانون سازی کا سرچشمہ ۷۱

اسلام میں قانون سازی کا سرچشمہ ۷۲

تیسری فصل قانون اور قانون بنانے والے قرآن کی نگاہ میں

اسلام عالمی دین ۷۵

قرآن کا نظریہ ۷۵

ربوبیت تشریعی ربوبیت تکوینی کا لازمہ ہے ۸۶

احکام وقوانین الٰہی کے معتبر ہونے کا سبب ۸۸

خداوند عالم کا منعم ہونا ۹۲

کچھ شبہوں کے جواب ۹۴

سماجی زندگی ۱۰۲

سماجی زندگی کا مقصد ۱۰۲

زندگی کے مقصد تک پہنچنے کا راستہ ۱۰۳

چوتھی فصل قانون اور قانون سازی

خدا کے نزدیک قانون سازی کا معیار ۱۰۸

خدا نے کیوں ہمیں احکام کا پابند بنایا ہے ۱۱۰

قوانین اور احکام کا برتر شخصیت کے ذریعہ وضع ہونا ۱۱۱

دائمی اور غیر دائمی قانون ۱۱۳

عصر غیبت میں قانون گذار کے شرائط ۱۱۴

مشاورتی کمیٹی ۱۱۵

کیوں قانون کا خدا کی طرف ہونا ضروری ہے ۱۱۶

الف: تمام اچھائیوں کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے ۱۱۶

ب: سماجی اقدار کو قابل قدر بنانا ۱۱۷

ج: ایجاد حسن وقبح ۱۱۸

د: خدا کا لامحدود علم ۱۱۹

ھ: خدا کی سخاوت اور بے نیازی ۱۲۱

و: خدا کی حکمت ۱۲۲

ز: پروردگار کی مالکیت ۱۲۳

ح: خدا کی ولایت ۱۲۴

ط: بحث کا خلاصہ اور ہمارا نظریہ ۱۲۵

پانچویں فصل حکومت

معاشرہ کو حکومت کی ضرورت ۱۲۸

حکومت کی ذمہ داریاں ۱۳۳

دینی معاشرے کی خصوصیات ۱۳۴

اسلامی نکتہ نگاہ سے حکومت کی ضرورت ۱۳۴

حاکم کے شرائط ۱۳۶

قرآن میں حاکم کے شرائط ۱۳۸

حکومت کے ضروری نہ ہونے کے نظریہ پر تنقید ۱۴۱

حکومت کے اقسام ۱۴۲

الف: ظالم حکومتیں ۱۴۲

ب: بلاواسطہ عوامی حکومت ۱۴۳

خامیاں ۱۴۴

خدا کی طرف سے اذن حکومت ۱۴۸

ج: جدید ڈیموکریسی (اکثریت کی حکومت) ۱۴۹

نقائص ۱۵۰

ڈیموکریسی اورالٰہی خلافت؟ ۱۵۵

چھٹی فصل اسلامی حکومت

حکومت کا بہترین ڈھانچہ ۱۵۹
انبیاء علیہم السلام کی حکومت ۱۶۰
قرآن کریم میں پیغمبر اکرم کی حکومت ۱۶۳
قرآن میں اولوالامر کی حکومت ۱۷۰
حکومت، غیبت کے زمانہ میں ۱۷۲
نتیجہ ۱۷۵
حاکم اور دیگر عہدہ داروں کو معین کرنے کے لئے ایک نئی تجویز ۱۷۶
اس تجویز کے امتیازات ۱۷۹
طاقت کا ایک ساتھ جمع ہونا یا الگ الگ ہونا؟ ۱۸۹
طاقت کے الگ الگ ہونے کے طرفداروں کی دلیلیں ۱۹۰
طاقت کے ایک ساتھ جمع ہونے کے طرفداروں کی دلیلیں ۱۹۰
طاقت کے الگ الگ ہونے یا ایک جگہ جمع ہونے کے سلسلہ میں اسلامی نظریہ ۱۹۳
عہدہ داروں کے ناجائز فائدہ اٹھانے سے روک تھام کے لئے طریقہ کار ۱۹۴
الف) عہدہ کی مدت کو محدود کرنا ۱۹۴
ب) نظارت اور معائنہ ۱۹۵
رہبر کی کارکردگی پر نظارت ۱۹۶
قانون پاس ہونے کے مراحل ۱۹۷
اسلامی حکومت ایک ہو یا متعدد ۱۹۹

ساتویں فصل مجلس مشاورت اور بیعت

مجلس مشاورت اور ڈیموکریٹک ۲۰۲
مجلس مشاورت اور حاکم کا معین کرنا ۲۰۲
مجلس مشاورت اور قانون سازی ۲۰۴
شوریٰ، قرآن کی نظر میں ۲۰۶

کن مقامات پر مشورہ کیا جائے ۲۱۶
اسلام کے سیاسی نظام میں شوریٰ کی اہمیت ۲۱۹
پیغمبر اکرم کے مشورہ کے فوائد ۲۲۱
ا۔سب لوگوں کے لئے قبول کرنے کا راستہ ہموار ہونا ۲۲۱
۲۔عام طور پر شراکت اور سب کا ہاتھ بٹانا ۲۲۲
۳۔دوسروں کو سکھانا ۲۲۲
اسلامی جمہوریہ ایران میں مشورہ اور عام رائے پر توجہ ۲۲۴

بیعت

بیعت کے اغراض و مقاصد ۲۲۶
الف)اسلامی معاشرہ میں قانونی عضو ۲۲۶
ب)اہم امور میں شریک ہونے کی وفاداری کا عہد ۲۲۷
ج)مقبولیت کا ثابت کرنا ۲۲۸

مقدمہ

پیشگفتار

سماجی واقعات

دین کے احکام سیاست سے جدا نہیں ہیں

قانون اور حقوق

اخلاق اور حقوق کے درمیان فرق

لفظ حقوق

لفظ حق

حق اور اس کے مشابہ الفاظ

الف: حق اور ملک

ب: حق اور فریضہ

ج: حق اور حکم

حقوق کے دو معنوں کے درمیان نسبت

قرآن اور روایات میں لفظ حق

پیش گفتار

قرآنی مباحث کو اس شکل میں تشکیل دینے کا مقصد کہ جن کو آپ نے گذشتہ حصوں (معارف قرآن) میں(۱) ملاحظہ کیا ہے اور اس حصہ میں جنھیں اب ملاحظہ کر رہے ہیں وہ یہ ہے:

اولاً: ہم تمام معارف قرآن کو ایک کلی نظام کی شکل دے دیں تاکہ مختلف معارف کے درمیان بہتر طریقہ سے رابطہ برقرار ہو سکے اور یہ معارف پراگندہ اور بغیر ربط دکھائی نہ دیں۔

اور ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم پورے قرآن میں موجود معقول اور منطقی نظام کو اپنی توانائی کے مطابق پیش کر سکیں تاکہ اس عظیم کتاب کی گرانقدر تعلیمات کو سمجھنے کے علاوہ ان کے درمیان ربط اور نظم بھی دکھائی دیں۔

ثانیاً: قرآن اور وہ مکاتب فکر جو عالم بشریت کے مختلف معرفتی وعقیدتی شعبوں میں ظاہر ہوئے ہیں ان کے درمیان اختلافی موارد کو معین اور مشخص کیا جائے تاکہ تعارض کے وقت قرآن کے موقف کو واضح اور کامل طور پر مدلل بیان کیا جا سکے۔

اس حصہ میں قرآن کے کچھ معارف کو ہم ایک ایسے نظام کی صورت میں بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جو قرآن کریم کے معاشرتی و سماجی دستوروں والے احکام کا مجموعہ ہو، لہذا اب ہم معارف قرآن کے اس مجموعہ کے بارے میں گفتگو کریں گے کہ جس میں ایسے دستورات اور قوانین بیان کئے گئے ہیں جس کے بارے میں قرآن کریم معاشرہ کو ایک مطلوب اور آئیڈیل معاشرہ کی تشکیل کے سلسلہ میں نصیحت کرتا ہے اسی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے حصہ میں قرآنی اصول پر معاشرہ شناسی (۲) کے بارے میں بحث تھی اور اب اس حصہ میں قرآنی اصول پر معاشرہ کو صحیح راستہ پر گامزن کرنے کے بارے میں بحث ہوگی۔

اس بنا پر وہ تمام دستورات اور قوانین جو عملی حیثیت رکھتے ہیں اور معاشرہ کو مورد خطاب قرار دیتے ہیں۔ (یعنی ان پر عمل کرنے کی جگہ معاشرہ ہے) ایک کلی عنوان (حقوق) کے تحت واقع ہو سکتے ہیں لہذا اب ہم کتاب کے اس حصہ میں قرآن کریم کے حقوقی نظام کے بارے میں بحث کریں گے۔

البتہ یہ ایک ایسا وسیع اور جامع نظام ہے جس میں بہت سے مختلف قسم کے مباحث پائے جاتے ہیں

---

۱) اس سے قبل معارف قرآن کے متعلق کچھ مباحث آٹھ حصوں میں منتشر ہو چکے ہیں ایک سے تین تک (خداشناسی، دنیاشناسی، انسان شناسی) کو ایک جلد میں اور چوتھا اور پانچواں حصہ راہ اور راہنماشناسی کے نام سے ایک جلد میں اور چھٹاں حصہ قرآن شناسی اور ساتواں حصہ اخلاق قرآنی کے نام سے تین جلدوں میں اور آٹھواں حصہ قرآن کے نکتہ نگاہ سے معاشرہ اور تاریخ کے نام سے ایک جلد میں نشر کی گئی۔

۲) ہم اس سے قبل کی بحثوں ہی میں معارف قرآنی کا جامعہ اور تاریخ کے ضمن میں جائزہ لے چکے ہیں جو جامعہ اور تاریخ از دیدگاہ قرآن کے نام سے چاپ ہو چکا ہے

اس مقدمہ کے بعد ایک نکتہ کی طرف یاددہانی کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ چونکہ اس حصہ میں (سابقہ حصوں کی طرح) ہمارا مقصد دوسرے تمام مکاتب فکر کے مقابلہ میں قرآن اور اسلام کے موقف کو معین کرنا ہے اس لئے ہمارے اور ان کے درمیان ایک مشترک زبان کی ضرورت ہے لہٰذا ہم مجبور ہیں کہ تمام مکاتب فکر کی مختلف تعبیرات اور اصطلاحات سے کچھ آشنائی حاصل کریں۔

ٹھیک ہے کہ فقہ اسلامی حقوق کے تمام حصوں کو شامل ہے اور حقوق کے ہر مسئلہ کی جوابگو ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ کسی معاشرے کو کاملاً اسلامی بنانے کے لئے فقہ اسلامی کی طرف رجوع کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا بسا اوقات کافی ہے۔ لیکن کسی بھی حقوقی مسئلہ کے بارے میں اسلام کے موقف کی مضبوطی اور دوسرے مکاتب فکر کے موقف کی کمزوری کو جاننے کے لئے ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ فقط فقہ کا جاننا کارساز اور کافی ہے۔ بلکہ اس کام کے لئے تمام ابواب فقہ کے عمیق مطالعہ کے علاوہ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ قدیم و جدید فلاسفہ اور حقوقدانوں نے اس کے بارے میں کیا کچھ کہا ہے اور اپنی کہی ہوئی باتوں کا کس طرح دفاع کیا ہے چونکہ انھوں نے بہت ہی کم موارد میں ہماری فقہی اور اصولی اصطلاحات اور تعبیرات کے قالب میں اظہار نظر کیا ہے اور اکثر مقامات پر اصطلاحات کو وضع کر کے اپنے نظریات اور آراء کو انھیں خودساختہ اصطلاحات کے ضمن میں بیان کیا ہے لہذا اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم انکی زبان کو سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ اس طریقہ سے باہمی علمی گفتگو کی زمین فراہم ہو سکے پس تطبیقی مباحث میں مختلف مکاتب فکر کے علماء و دانشور کی علمی زبان کو سمجھنا ایک امر ضروری ہے نہ کہ فنی۔

''حقوق'' کے بارے میں بہت سے مکاتب فکر اور نظریات وجود میں آچکے ہیں اور حقوقی اصطلاحات کے اختلاف میں بھی اس امر کی بہت زیادہ تاثیر ہے، لہٰذا ہم مجبور ہیں کہ اس علم میں استعمال ہونے والے الفاظ کے اصطلاحی معنی سے مکمل آگاہی حاصل کریں اور ان کلمات کے معنی جن کو ہم خود استعمال کریں گے ان کو بھی اچھے طریقہ سے واضح کریں تاکہ ہم بھی دوسروں کی باتوں کو سمجھ سکیں اور دوسرے لوگ بھی ہماری باتوں کو اچھے طریقہ سے سمجھ سکیں اس وقت ہم اس بحث (قرآن میں حقوق) کے چندان نکات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جن کا تصوری مبادی اور تعریف کے عنوان سے جاننا ضروری ہے اور انکے جانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

سماجی واقعات

انسان کی سماجی زندگی سے مربوط مباحث کو بطور کلی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلے حصہ میں ان واقعات اور حالات سے بحث ہوتی ہے جو انسان کی سماجی اور معاشرتی زندگی میں رونما ہوتے ہیں، البتہ اس حصہ میں ان کی اچھائی اور برائی سے قطع نظر صرف ان کے واقع ہونے سے بحث کی جاتی ہے

دوسرے حصہ میں سماجی زندگی اور ان کے مختلف امور کے بارے میں معیاری احکام جاری کئے جاتے ہیں اور ہر سماجی واقعات کے حسن وقبح اوراس کی اچھائی یا برائی کے بارے میں فیصلہ سنایا جاتا ہے دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے پہلے حصہ میں وجود و عدم جیسے مباحث کے بارے میں بحث ہوتی ہے اور دوسرے حصہ میں ان کی اچھائی یا برائی کے بارے میں بحث ہوتی ہے۔ پہلے حصہ میں اکثر مباحث کا تعلق معاشرہ اور فلسفہ تاریخ کی شناخت ہے کہ جس کے بارے میں اس سے قبل بحث کر چکے ہیں۔

لیکن دوسرے حصہ کے مباحث کہ جن کے بارے میں اب ہم بحث کریں گے عام طور پر حقوقی عنوان کے تحت بحث کی جاتی ہے۔ ''سماجی واقعات'' کے ایک عام اور وسیع معنی ہیں جو دوسرے ان تمام واقعات کو بھی شامل ہو جاتے ہیں جو معاشرے کی سطح پر ایک اعتبار سے واقعیت رکھتے ہیں اگر چہ ان کا وجود اعتباری ہے مثلاً معاشرہ میں بنیادی حقوق یا حکومت سے بحث وگفتگو ایک سماجی واقعات سے بحث ہے، اگر چہ اس قسم کے مفاہیم اور عناوین کا وجود وضعی اور اعتباری ہے اس لئے کہ ہر حال میں معاہدہ کرنے کا عمل اور اس معاہدہ پر جو آثار ونتائج مترتب ہوتے ہیں ان سب کا شمار سماجی مسائل سے ہوتا ہے لیکن کبھی بحث یوں ہوتی ہے کہ ہر معاشرے میں معاھدات پائے جاتے ہیں جن کی بنیاد پر افراد مختلف پوسٹوں اور عہدوں پر فائز ہوتے ہیں اور کبھی کہا جاتا ہے ایسا ہونا چاہئے یا وہ افراد جو عہدوں اور پوسٹوں پر فائز ہیں ان کا کردار و کیریکٹر یوں ہونا چاہئے پہلی قسم کے احکام کو احکام واقعی یا توصیفی کہتے ہیں اور دوسری قسم کے احکام کو دستوری یا تکلیفی کہتے ہیں۔

دین کے احکام، سیاست سے جدا نہیں ہیں

معمولاً معیاری احکام کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

الف: دینی اور الٰہی احکام یعنی وہ اوامر ونواہی جو کہ خداوند عالم کی طرف منسوب ہیں اور ہر دین ومذہب کے لوگوں کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے جیسے نماز کا قائم کرنا اور حج کو ادا کرنا۔

ب: اخلاقی احکام یعنی وہ احکام جن کو انسان کی عقل، فطرت یا ضمیر درک کرتا ہے (مختلف تعبیر کے مطابق) اور انہیں کو معتبر اور معیاری سمجھتا ہے بغیر اس کے کہ خدا یا کسی انسان کی طرف سے کوئی دستور موجود ہو جیسے سچ کا اچھا ہونا اور ظلم کا برا ہونا۔

ج: حقوقی احکام یعنی ایسے احکام جو انسانوں کے دنیوی مصالح اور منافع کی حفاظت کے لئے وضع کئے جاتے ہیں البتہ یہ احکام کسی باصلاحیت یا صاحب ادارہ شخص کے ذریعہ ہی کسی معاشرہ کے باہمی روابط تنظیم پاتے ہیں ان احکام کو جاری کرنے کے لئے ضامن کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ اجرائے احکام کسی کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ معمولاً احکام کا اجراء حکومت ہی کے ذمہ ہوتا ہے البتہ قدیم زمانہ میں ایک نظریہ یہ تھا کہ ان تینوں قسم کے احکام کو پوری طرح ایک دوسرے سے جدا کرتے تھے اور ہر

ایک کے لئے خاص علاقہ و مقام کو مدنظر رکھتے تھے چنانچہ اس نظریہ کے مطابق دینی احکام کا دائرہ محدود ہو جاتا ہے اور ان مراسم ومناسک اور آداب کو جنہیں خاص جگہ اور خاص زمانے میں ہر دین کے پیروکار انجام دیتے ہیں مثلاً ہندوؤں کے مذہبی رسومات یا بتوں کی پرستش کرنے والے جو دنیا کے گوشہ و کنار میں آج بھی زندگی بسر کرتے ہیں ان کے دینی آداب۔

ان مراسم ومناسک اور آداب کا انسان کی سماجی زندگی کے دوسرے امور سے کسی قسم کا کوئی ربط نہیں ہے یہ فقط انجام فریضہ ہے جس کا تقاضہ ہر دین کے پیرووں کے خیال کے مطابق طبیعی طاقت یا طبیعت سے مافوق طاقت کر رہی ہے احکام دینی کا نہ ہی اخلاقی احکام سے کوئی ربط پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی حقوقی احکام سے اخلاقی احکام کا اجراء وجدان بشر کے ذمہ ہوتا ہے انسان، وجدان، کے آرام وسکون کے لئے انھیں انجام دیتا ہے اور حقوقی احکام جن کا اجراء نظم وامنیت اور سماجی عدالت کی حفاظت کے لئے حکومت کے ذمہ ہے۔

مغربی ممالک میں جب امپراطوری روم کے عیسائی مذہب نے رسمیت پائی اگر چہ اس دور کے ظالم اور جابر سیاسی لیڈروں نے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ظاہری طور پر عیسائی مذہب کو قبول کر لیا لیکن یہ کام صرف اس لئے تھا تاکہ تمام سیاسی قدرت کو اپنے ہاتھوں میں لے سکیں اور پھر جس طرح چاہیں اپنی طاقت کے تحت ملکوں کو چلا سکیں۔ انہوں نے دین کے تمام دنیوی امور خصوصاً سیاست سے جدا ہونے کے گیت گائے تاکہ اس ذریعہ خداوند عالم کے اوامر ونواہی کے دائرہ حقوق کو عام معنی سے خارج کر دیں اور جو جی چاہے کر سکیں بغیر اس کے کہ خدا کے احکام ان کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کریں چنانچہ ان لوگوں نے اس سلسلہ میں کسی بھی کوشش سے دریغ نہیں کیا یہاں تک کہ دینی کتابوں کو منسوخ اور تحریف کرنے کے لئے اپنے تمام ہتھکنڈے استعمال کئے اس حد تک کہ آج کل کی انجیل میں بھی اس قسم کے احکام دکھائی دیتے ہیں۔

سنا ہوگا کہ کہا گیا ہے آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ اگر کوئی آپ کے داہنے رخسار پر طمانچہ لگائے تو بائیں رخسار کو اس کے سامنے پیش کر دو۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ جھگڑا کرے اور تمہاری قبا کو چھین لے تو اپنی عبا بھی اس کے سامنے پیش کر دو اگر تمہیں ایک میل چلنے پر مجبور کرے تو دو میل اس کے ساتھ چلے جاؤ(۱) اور ان سے کہا کہ قیصر کا مال قیصر کو ادا کریں اور خدا کا مال خدا کو(۲)

رسانس کے بعد بھی اس نظریہ نے زیادہ شدت اختیار کر لی یہاں تک کہ مفکرین اور رائٹرز کے ایک عظیم گروہ نے نہ تنہا حقوق سے دین کی مکمل جدائی کا تقاضا کیا بلکہ اخلاق سے بھی دین کی مکمل جدائی کا سنجیدہ طور پر تقاضا کر بیٹھے اور اس بارے میں کافی حد تک

---

۱) کتاب مقدس انجیل متی طبع ''انجمن بخش کتب مقدسہ درمیان ملل، ۱۹۶۹ء باب ۵ شمارہ آیات: ۳۸، ۳۹، ۴۰

۲) ایضا، باب ۲۲ شمارہ آیت ۲۱، سابقہ اور لاحقہ جملوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ: مذکورہ حکم تقیہ کی صورت میں اور شر پسندوں کے تسلط کی حالت میں صادر ہوا ہے (مؤلف)

کوشش بھی کی۔ عصر حاضر میں مغرب نواز اسلامی ممالک اور غرب زدوں کے ذریعہ سے عموماً امور دنیا سے اور خصوصاً سیاست سے دین کی جدائی کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے یہ وہی نظریہ ہے جو مغربی ممالک میں پورے طور پر غالب اور مسلط ہے۔

لیکن ہم قائل ہیں کہ کوئی بھی دین اور مکتب الٰھی اس طرح کی جدائی کو قبول نہیں کرے گا۔ جو کچھ اس بارے میں عیسائی مذہب کے دینی متون میں موجود ہے اور اس وقت ارباب کلیسا جس کی ترویج کررہے ہیں وہ حضرت عیسیٰؑ کے حقیقی اور صحیح تعلیمات کو منسوخ اور تحریف کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ہماری نگاہ میں دین، تھیوری، پریکٹیکل اور عملی احکام کے مجموعہ کا نام ہے دین کے عملی احکام ، کہ جن کا تعلق انسانوں سے ہے وہ تین قسموں پر مشتمل ہیں:

(۱) انسان کا خدا کے ساتھ ارتباط (۲) انسان کا اپنے ساتھ ارتباط (۳) انسان کا دوسرے کے ساتھ ارتباط۔ اسی بناء پر یہ احکام، اخلاق اور حقوق کو بھی شامل ہوجاتے ہیں۔ اخلاقی اور حقوقی احکام سے سرشار ایک عظیم مجموعہ آپ کو قرآن کریم اور روایات معصومین علیہم السلام میں ملے گا۔ دوسری طرف اسلام کا اخلاقی اور حقوقی نظام کا ملاً دینی مبانی پر مبتنی ہے منجملہ توحید اور معاد پر عقیدہ رکھنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اخلاق اور حقوق، دین کے دو اہم جزء ہیں اور دین کے بنیادی ترین نظریات اور تھیوریز میں ان کا ایک بنیادی مقام ہے۔

قانون اور حقوق

لفظ حقوق یا قانون باوجود اس کے کہ حقوق سے متعلق بہت زیادہ اس لفظ کا استعمال ہوا ہے لیکن کسی خاص معنی کو بیان نہیں کرتا۔ بلکہ مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ کبھی عام اور وسیع معنی میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ ایسی صورت میں ہر دستوری احکام کو شامل ہوجاتا ہے (یعنی ایسا حکم جو آڈر پر مشتمل ہو) اور معاشرہ میں جس پر عمل کیا جائے۔

چاہے حقوق وضعیہ ہو یا حقوق غیر وضعیہ (۱) جیسے آداب رسومات، عرف انسان، معاشرہ، گویا ان کو کوئی معین شخص وضع کرنے والا نہیں ہوتا اس کے باوجود معاشرہ میں یہ حقوق معتبر سمجھے جاتے ہیں اور لوگ ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اسی بنا پر بعض حقوقدان اسی عام معنی کے مطابق، طبیعی یا فطری حقوق کے قائل ہیں اور ان کے عقیدہ کے مطابق طبیعی یا فطری حقوق ان حقوق کو کہا جاتا ہے جو طبیعت یا فطرت یا عقل انسانی کی بنیاد پر وضع کئے جاتے ہیں اور ان کا کوئی وضع کرنے والا نہیں ہوتا، بلکہ کوشش کرنی چاہئے قانون ساز کو تاکہ ان کو پیدا کرسکے اور پھر وضع قانون میں ان کو اپنا راہنما قرار دے سکے۔

کبھی لفظ مذکور خاص معنی میں استعمال ہوتا ہے اور فقط حقوق وضعیہ یا پوزیٹیو کے بقول ''حقوق مُثبتہ'' کو شامل ہوتا ہے اس معنی میں کہ لفظ حقوق یا لفظ قانون کا حقوق غیر وضعیہ پر اطلاق کسی بھی صورت میں صحیح نہیں ہے بلکہ طبیعی اور فطری حقوق اور عرف و معاشرہ، ہی

۱) ایسے قوانین جو شائستہ اور باصلاحیت قانونگزاروں کے ذریعہ وضع کئے جاتے ہیں۔